چودھری محمد اسماعیل

مسئلہ سود کا اسلامی حل

انسان کا معاشی مسئلہ سب سے اہم اور سب سے پیچیدہ مسئلہ ہے۔ دنیا اس مسئلہ کو اپنے طریق پر حل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اسلام اس کو اپنے مخصوص ڈھب پر حل کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کے دستور کا تقاضا ہے کہ جہاں تک ہو سکے دولت جمع کرو۔ اس پر جس قدر ہو سکے سود اور منافع حاصل کرو اور زکوٰۃ مت دو۔ اس دستور کے برعکس اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ دولت جمع نہ کرو، بلکہ اللہ کی راہ پر خرچ کرو۔ سود چھوڑ دو۔ اور زکوٰۃ پابندی سے ادا کرو۔

دنیائے اسلام میں گو نظام زکوٰۃ رائج نہیں تاہم وہ زکوٰۃ کی فرضیت کی قائل ضرور ہے۔ اور گو اسلامی دنیا بنیادی طور پر سود کی حرمت کو تسلیم کرتی ہے مگر سود کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جہاں تک انسان کے معاشی مسئلہ کا تعلق ہے اسلامی دنیا میں بھی عملاً وہی دستور رائج ہے جو غیر مسلم دنیا میں جاری ہے بلکہ خوش قسمتی سے اسلامی دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً آج کل یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے کہ ملک کا معاشرتی نظام اسلامی نظریات اور تعلیم کے مطابق ہونا چاہیئے۔ لہٰذا یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مسئلہ سود کو حل کیا جائے کیونکہ سود کی بندش اور زکوٰۃ کی ترویج کے بغیر کوئی نظام معاشیات اسلامی نہیں ہو سکتا اور جہاں تک معاشیات کا تعلق ہے سود اور زکوٰۃ ہی اسلام کو دیگر ادیان سے ممیز کرتے ہیں۔

سود کی مثال

سود کیا ہے؟ مسئلہ سود کو حل کرنے کے لئے ہم ایک عام فہم مثال لیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی حاجت مند کو ایک ہزار روپیہ دیتا ہے اور اس کے ساتھ طے کر لیتا ہے کہ میں تم سے ۱۰ روپے

سیکڑہ سالانہ کے حساب سے اصل زر پر زائد رقم دوں گا۔ چنانچہ وہ ایک سال کے اختتام پر سو روپے اصل زر سے زائد دے دیتا ہے۔ یہ سو روپے سود ہے۔ اس زائد رقم کے سود ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ یہ زائد رقم متفقہ طور پر سود تسلیم کی جاتی ہے ہم سود کی اسی مثال کو معیار مان کر اسی کا تجزیہ کر کے سود کی کیفیت و ماہیت اور روح دریافت کریں گے۔ اور اسی مثال کو سامنے رکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہمارے کاروبار اور لین دین میں کہاں کہاں سود موجود ہے۔

شرح اور مدت

اس مثال میں اصل زر نقد روپے کی صورت میں ہے جو سود خور حاجت مند کو سود حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ دس روپے سیکڑہ سالانہ شرح ہے اور ایک سال مدت۔ کیا شرح اور مدت سود کا جز ہیں؟ کیا ان میں سود کی کیفیت موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرح یعنی سود کے نرخ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود کتنا ارزاں یا گراں ہے اور مدت سود کی کل مالیت معلوم کرنے کا پیمانہ ہے۔ واضح رہے کہ شرح اور مدت میں سود کا قطعاً کوئی جز نہیں بلکہ جس طرح نرخ اور گز یا سیر مختلف اشیاء کی مالیت معلوم کرنے میں استعمال ہوتے ہیں اسی طرح شرح اور مدت سود کی مالیت معلوم کرنے کے کام آتے ہیں۔ شرح اور مدت تنخواہ یا مزدوری جیسے واجبات، زکوٰۃ جیسے مقدس فریضہ اور حکومت کے ٹیکس وغیرہ کی مقدار معلوم کرنے میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو سود کا جز سمجھنا یا سود کے ساتھ مشروط کرنا بالکل غلط اور غیر معقول ہے کسی چیز کا نرخ اور ناپ تول نہ کبھی اس چیز کا جز بن سکتے ہیں اور نہ اس چیز کے ساتھ مشروط ہو سکتے ہیں۔

ایک ہزار روپے اصل زر پر ۱۰ روپے سیکڑہ سالانہ شرح سے ایک سال میں جو ایک سو روپیہ کی زائد رقم سود خور وصول کرتا ہے وہ یقیناً سود ہے اس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں اس سو روپے سود کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ سود کیا ہے۔ کس طرح اور کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش کا باعث کیا ہے اور اس میں وجہ حرمت کیا ہے ہم اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی کوشش کریں گے۔

اصل زر

سود کو سمجھنے سے پہلے اصل زر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے آتا ہے: اصل زر یعنی روپیہ کسی کے گھر میں از غیب پیدا نہیں ہوتا بلکہ مختلف قسم کی دولت کے تبادلہ میں حاصل کیا جاتا ہے خواہ وہ دولت کسی نے خود اپنی محنت سے پیدا کی ہو یا کسی دوسرے کی محنت سے حاصل کی ہو۔ دولت میں زمین، مکان، مشین، مویشی، قدرتی اور مصنوعی اشیاء سب کچھ شامل ہے آپ روپے سے جس قسم کی دولت چاہیں حاصل کر سکتے ہیں اور ہر قسم کی دولت فروخت کر کے روپیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ دولت محنت سے پیدا ہوتی ہے اور مالیت کے لحاظ سے روپیہ اور دولت بالکل ایک ہی چیز ہے ان میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔

سود کا مکمل دائرہ

سود کا چکر اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ایک دس ہزار روپے کی صورت میں اپنی دولت سود حاصل کرنے کے لئے نادار حاجت مند کو دیتا ہے۔ اگر سود دہندہ سود خوار سے ایک ہزار روپیہ لے کر اپنے گھر میں رکھ چھوڑے تو اس میں ایک پیسے کا اضافہ نہیں ہوگا۔ اپنی ضروریات پوری کرنے اور سود ادا کرنے کے لئے وہ لازماً اس رقم کو کسی زراعتی صنعتی یا تجارتی کام پر لگائے گا۔ کوئی بیل خریدے گا، کوئی قطعہ زمین حاصل کرے گا۔ تانگہ رکشا بنائے گا۔ کوئی مشین اوزار تیار کرے گا۔ کوئی دوکان لے گا۔ اور اس میں مال تجارت بھرے گا۔ غرضیکہ وہ اس ہزار روپے کی رقم سے کوئی نہ کوئی ذریعہ پیداوار حاصل کر کے اس پر اپنی قوتِ محنت صرف کرے گا۔ اور اس طرح اپنی محنت سے جو دولت کمائے گا۔ اس میں سے ایک سو روپے سود ادا کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زر سود پیدا کرنے کے لئے پہلے اصل زر کو ذرائع پیداوار میں تبدیل کرنا پھر اس پر قوت محنت صرف کرنا اور پھر محنت سے جو دولت پیدا ہو اس کو نقدی کی صورت میں تبدیل کرنا لازمی ہے۔ واضح رہے کہ یہ نقدی سود نہیں بلکہ سود در اصل حاجتمند کی محنت ہے جو نقدی میں منتقل ہوئی ہے۔ یہ حقیقت سود کی مسلمہ مثال کے معمولی تجزیہ سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

سود اور مروجہ صنعت و زراعت

اب ہم سود کی اسی متفقہ طور پر مسلمہ مثال کو مروجہ زراعت و صنعت اور تجارت وغیرہ پر چسپاں کرکے دیکھتے ہیں۔

سود کی مسلمہ مثال کی صورت میں سود خوار اپنی دولت روپے کی صورت میں منتقل کرکے نادار حاجت مند کو دیتا ہے اور حاجت مند اس کو ذریعہ پیداوار کی شکل میں منتقل کرکے اس پر محنت کرتا ہے۔ زراعت میں مالک اپنی دولت ذریعہ پیداوار یعنی زمین کی صورت میں حاجت مند کو دیتا ہے اور وہ اس پر بدستور محنت کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مالک سرمایہ اپنے سرمایہ کے استعمال کا عوضانہ نادار حاجت مند کی محنت کے ثمرہ میں سے لیتا ہے۔ یہی درحقیقت سود ہے۔ غور فرمائیے کیا دونوں صورتیں ایک دوسرے پر ٹھیک منطبق نہیں ہوتیں؟ بتلائیے کیا ان میں ذرہ برابر بھی فرق ہے؟ اب مروجہ صنعتی شعبہ کو ملاحظہ کیجئے۔ مذکورہ بالا سود کی مسلمہ مثال کی صورت میں حاجت مند سود خور سے روپے کی صورت میں سرمایہ لے کر اس کو اپنے مقام پر ذریعہ پیداوار یعنی کارخانہ کی شکل میں منتقل کرتا ہے اور اس پر محنت کرکے اپنی محنت کی کمائی میں سے اس کے سرمایہ کے استعمال کا عوضانہ ادا کرتا ہے۔

لیکن مروجہ شعبہ صنعت میں مالک سرمایہ اپنے سرمائے کو اپنے مقام پر کارخانہ کی صورت میں منتقل کر دیتا ہے اور حاجت مند کو وہاں بلا کر اس کی محنت کی کمائی میں سے اپنے سرمایہ کے استعمال کا عوضانہ لے لیتا ہے۔ جہاں تک حاجت مند کی محنت کی کمائی میں سے اپنے سرمایہ کے استعمال کا عوضانہ لینے کا تعلق ہے کیا وہ دونوں صورتوں میں بالکل یکساں نہیں ہے؟ اگر نہیں تو تلائیے کونسا فرق ہے؟ یہ بات بالکل برابر ہے کہ سود خور نے روپے کو خود ذریعہ پیداوار میں تبدیل کر دیا یا سود دہندہ نے کر دیا۔ اس نے حاجت مند سے اپنے سرمایہ کے استعمال کا عوضانہ اپنے مقام پر لے لیا یا اس کے مقام پر لے لیا۔ کم لے لیا یا زیادہ لے لیا۔ نقد روپیہ لے لیا یا جنس کی صورت میں لے لیا۔ اس میں کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ حاجت مند کی محنت میں سے حصہ تو اس نے بہر صورت لے لیا اور سود کی مسلمہ مثال کی رو سے یہی درحقیقت سود ہے خواہ اس کو شرح اور مدت کے پیمانے سے ناپا جائے یا

علی الحساب ہتے دیا جاتے ۔ کسی شئے کا ناپ تول معہ نرخ سے حساب کرنا یا نہ کرنا اس شئے کی کیفیت اور خواص میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کرتا ۔

سود اور بنکنگ و تجارت

مروجہ نظام معاشیات میں بنکنگ کو خاص اہمیت حاصل ہے بینک کے سود سے متعلق اختلاف ہے لہٰذا ہم اس کو بھی سود کی مسلمہ مثال سے پرکھ لیتے ہیں۔ بنکنگ میں مختلف گھروں سے ارزاں شرح سود پر روپیہ خرید لیا جاتا ہے اور گراں نرخ پر فروخت کیا جاتا ہے۔ بنکوں سے روپیہ حاصل کرنے والے آگے اس کو ذرائع پیداوار کی صورت میں منتقل کر کے ان پر نادار حاجت مند کو کام پر لگاتے ہیں اور ان کی محنت کی کمائی میں سے معقول حصہ حاصل کر کے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور بنکوں کو بھی سود ادا کرتے ہیں۔ اور بنک آگے اپنے حصہ داروں اور کھاتہ داروں کو منافع تقسیم کرتے ہیں یعنی بنکنگ میں بھی سود کی مسلمہ معیاری مثال کے مطابق ہی سود کا چکر چلتا ہے۔ یہاں یہ چکر ذرا اسی لحاظ سے وسیع ہے کہ اس میں ارزاں شرح سود پر روپیہ خرید کر گراں نرخ پر بیچنے کی کڑی شامل ہو جاتی ہے۔ باقی روپے کو ذرائع پیداوار کی شکل میں منتقل کر کے حاجت مندوں کی کمائی میں سے حصہ لینا بالکل سود کی مسلمہ معیاری مثال کے مساوی ہے۔

اب شعبہ تجارت ملاحظہ فرمایئے بنکنگ میں حاجت مندوں کی روپیہ کی شکل میں منتقل شدہ محنت ارزاں خریدی جاتی ہے اور گراں فروخت کر کے منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ عین اسی طرح تجارت میں لوگوں کی مختلف اشیاء میں منتقل شدہ محنت سستے داموں خریدی جاتی ہے اور مہنگے داموں بیچ کر منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ منافع یا سود دراصل نادار حاجت مند کی وہ محنت ہوتی ہے جس کا اس کو معاوضہ نہیں دیا جاتا بلکہ سرمایہ کے استعمال کے عوضانہ میں رکھ لیا جاتا ہے واضح ہے کہ تجارت بھی عین سودی اصول پر مبنی ہے اور جہاں تک سرمایہ کے ذریعے حاجت مندوں کی محنت کی کمائی میں سے حصہ لینے کا تعلق ہے وہ یہاں بھی دیگر شعبوں کی طرح بالکل مساوی ہے۔ دونوں صورتوں میں سرمو فرق دکھائی نہیں دیتا۔ علیٰ ہذا القیاس سرمایہ کی کئی مختلف صورتوں کے سودی جال بن کر حاجتمندوں

کی محنت کی کمائی میں سے مفت حصہ لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

غرضیکہ مروجہ نظام معاشیات کا ہر شعبہ سود کی متفقہ طور پر مسلمہ مثال پر ٹھیک ٹھیک منطبق ہوتا ہے اور ہر شعبہ میں حاجت مندوں سے سرمائے کی مختلف شکلوں کے استعمال کا معاوضہ لیا جاتا ہے دراصل حاجت مند سے سرمائے کے استعمال کا معاوضہ لینا ہی سود ہوتا ہے صرف مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام رکھے گئے ہیں کہیں کرایہ کہیں بٹائی حصہ منافع سود وغیرہ۔

شرح اور مدت سود کا جزو نہیں ہیں۔ بلکہ وہ محض سود ناپنے کا پیمانہ ہیں۔ اور ہر جگہ سود شرح اور مدت کے پیمانہ سے ناپا جاتا ہے۔ بٹائی اور کرایہ کا حساب لگانے میں شرح اور مدت صاف دکھائی دیتی ہے اور سود کی طرح معاملہ کرنے سے پہلے طے کر لی جاتی ہے۔ صنعت و تجارت سے حاصل شدہ سود یا منافع کا اندازہ بھی شرح اور مدت سے ہی کیا جاتا ہے کہیں شرح اور مدت پہلے معین کر لی جاتی ہے کہیں بعد میں کہیں ظاہر کی جاتی ہے اور کہیں پوشیدہ رکھی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں سود کی حد بندی

قرآن کریم نے سود کی ساری حقیقت تین لفظوں میں بیان کر دی ہے فرمایا فلکم رؤس اموالکم۔ تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں۔ یعنی تم اپنے مال کے معاوضہ میں اپنے مال کی مالیت کا مال ہی لینے کے حقدار ہو یہ اس قسم کی عجیب حد بندی ہے کہ اس کی زد سے پیسہ بھر سود بھی نہیں بچ سکتا۔

مسئلہ سود میں اختلاف کا باعث

مسئلہ سود کو سمجھنے میں اختلاف کا باعث صرف یہی امر معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر بحث کرتے وقت سود کے پورے چکر کو سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ بڑی محدود نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ادھر سے اصل زر اور ادھر سے سود لے لیا جاتا ہے اور اصل زر اور سود کے درمیان جو لازمی اسباب ہیں یعنی پہلے مختلف اشیا کا روپے کی صورت میں آنا پھر اصل زر کو ذرائع پیداوار کی شکل میں منتقل کرنا اور نادار حاجت مند کا ان پر محنت کرنا اور پھر ثمرۂ محنت کو روپے میں تبدیل کرنا وغیرہ ان کو بالکل

نظر انداز کر دیا جاتا ہے اسی طرح کوتاہ نظری سے یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ آج کل کا سود تو امیروں بنکوں اور حکومتوں یعنی دولت مندوں سے لیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ خود سود دیتے ہیں لہذا ان سے سود لینے میں کیا حرج ہے۔ حالانکہ ذرا وسیع النظری سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود بھی دراصل ناداروں اور حاجت مندوں کی کمائی سے ہی وصول کیا جاتا ہے اور سود کا بوجھ ہمیشہ نادار حاجت مند محنت کش پر ہی پڑتا ہے خواہ وہ کتنے ہاتھوں میں سے ہو کر گذرے اسی لئے قرآن میں صدقات کے ضمن میں اس کا ذکر آیا ہے۔ سود ایک ہی قسم کا ہوتا ہے اسی لئے کلام پاک میں کسی دوسری قسم کا ذکر نہیں۔

وسیع النظری سے سود کے چکر کو ملاحظہ نہ کرنے کی وجہ سے یہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ سود صرف زر نقد یا بعض دیگر صورتوں میں ہی ہوتا ہے مالیت کے لحاظ سے نقد روپے اور دیگر اشیاء میں کوئی فرق نہیں۔ زر نقد بھی تو کسی کی محنت کا ثمرہ ہے جو مختلف اشیاء میں ہوتا ہوا روپیہ کی شکل میں آیا ہے اصل حیثیت تو مختلف اشیاء کی ہے روپیہ تو دراصل تبادلہ اشیاء کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی لئے اشیاء روپے کی صورت میں اور روپیہ اشیاء کی شکل میں منتقل ہوتا رہتا ہے لہذا سود صنعت و تجارت کی اشیاء کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں سود کی ایسی کئی شکلوں کا ذکر موجود ہے۔

اگر منطقی طور پر مسلسل مثال میں سود کے پورے چکر پر غور کیا جائے اور مروجہ معاشی نظام کے مختلف شعبوں کو اس پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو سود کے بارے میں حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کوئی اختلاف باقی رہ ہی نہیں سکتا اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مروجہ معاشی نظام سرتاپا سودی اصول پر مبنی ہے۔ سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف اور من کل الوجوہ غیر اسلامی ہے۔

آپ کسی ایک شعبہ میں سے سود کو ہرگز نہیں نکال سکتے کیونکہ اس کی حیثیت مروجہ معاشی نظام میں تانے بانے کی سی ہے بنکنگ میں سود یا بیمہ کاروبار سود دیگر شعبوں کے سود سے کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ اس غیر اسلامی معاشی نظام کا لازمی حصہ ہے۔ (باقی آئندہ)